صریرخامہ
SAREER A KHAMA
TAFHEEM RESEARCH CENTRE
Category Y
ISSN Online: 3005-947X
ISSN Print: 3005-9461
Vol: 04, Issue 01 (January-April 2025)

لفظ گناہ اور اس کے مترادفات، ایک تحقیقی مطالعہ

The Word "Gunah" and its Synonyms: An Analytical Study

1)Dr. Zia ud Din-
Visiting Assistant Professor, Department of Arabic & Islamic Studies, University of Mianwali
Email: zia8537@gmail.com
2) Dr.Qammar Aziz-
visiting lecturer, Department of Arabic & Islamic study. University Of Mianwali
Email: qamaraziz.mi@gmail.com
3)Muhammad Akram
visiting lecturer, Department of Arabic & Islamic study. University Of Mianwali
Email:akramkathia68@gmail.com

Abstract:

This research paper aims to explore the multifaceted concept of sin in Islamic theology, focusing on its linguistic, terminological, Quranic, and Hadith-based understandings. The research delves into the etymological roots of sin, examining how it is defined and categorized in classical Arabic lexicons and Islamic texts. Drawing on Quranic terminology such as Zanb, Ma'asiyat, Ism, sayyiah, jurm, haram, and others, the study highlights the nuances of sin as both a moral and legal violation in the Shariah. Furthermore, it investigates the psychological and social foundations of sinful behavior, identifying core causes including weak faith, dominance of satanic influence, indulgence in doubtful matters, the lower self (Nafs-e-Ammarah) immoral companionships, and attachment to wordly desires such as wealth, women, and children. The paper emphasizes that sin is not merely an isolated act but a manifestation of deeper spiritual and moral imbalances, and it outlines the theological consequences of transgressing divine boundaries. Through a comprehensive textual analysis, the study aims to provide a deeper understanding of sin's ontological, ethical, and societal dimensions in the Islamic worldview.

Keywords: *Sin, Zanb, Amaronwahi, Islamic Theology, Shariah, Ethics, Quranic Terminology, Weakness of Faith, Satanic Influence, Nafs-e-Ammarah, Moral Philosophy, Islamic Jurisprudence*

گناہ (ذنب) کا لغوی معنی و مفہوم:

گناہ (ف) اسم مذکر: (۱) وہ کام جس کے کرنے سے آدمی کیفر کردار کا مستحق ہو۔ پاپ، اپرادھ، نافرمانیٔ خدا، عصیان، معصیت (۲) جرم، خلاف ورزی قانون (۳) خطا، قصور [1]

جبکہ عربی میں گناہ کیلئے ذنب کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے لغوی معنی گناہ، جرم اور معصیت کے ہیں اور اس کی جمع ذنوب ہے اور اذنب الرجل سے مراد ہے گناہ گار ہونا۔

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم، ابن منظور لسان العرب میں ذنب کا معنی بیان کرتے ہیں:

"ذنب: الذنب: الاثم والجرم والمعصية. فى مناجاة موسىٰ على نبينا وعليه الصلاة والسلام: ولهم على ذنب، عنى بالذنب قتل الرجل الذى وكزه موسىٰ عليه السلام، فقضىٰ عليه، وكان الرجل من آل فرعون" [2]

ذنب کا معنی ہے اثم، جرم اور معصیت اور اس کی جمع "ذنوب" ہے حضرت موسیٰ نے اپنی دعا میں کہا: ولهم على ذنب [3] اس سے مراد آل فرعون کے اس شخص کا قتل ہے جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھونسا مارا تھا

المعلم بطرس البستانی محیط المحیط میں ذنب کا معنی بیان کرتے ہیں:

"الذنب: الجرم (راجع الاثم فى اثم) ج ذنوب" [4]

ذنب سے مراد جرم ہے اور راجع اثم ہے اس کی جمع ذنوب ہے۔

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے القاموس المحیط میں ذنب کا معنی یوں بیان کیا ہے:

"الذنب: الاثم ج ذنوب وجج ذنوبات" [5]

ذنب کا معنی ہے: اثم اور اس کی جمع ذنوب اور جمع الجمع ذنوبات ہے۔

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الصحاح میں ذنب کا معنی جرم بیان کرتے ہیں:

"والذنب: الجرم"

ذنب کا معنی ہے جرم

امام لغت خلیل بن احمد فراہیدی کتاب العین میں ذنب کا معنی لکھتے ہیں:

---

[1]: خالد اقبال یاسر (ناشر)، ۲۰۰۶ء، فرہنگ آصفیہ، لاہور، مطبع عدن پرنٹرز، شاہ زیب مارکیٹ، کوپر روڈ، ج۴، ص۷۶

2: ابن منظور، افریقی، ۱۴۰۵ھ، لسان العرب، ایران، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، ج۱، ص۳۸۹

3۔ الشعراء ۱۴

[4]: المعلم بطرس البستانی، ۱۹۸۳ء، محیط المحیط، بیروت، مکتبہ لبنان، ص ۴۱۲

[5]: الجوہری، اسماعیل بن حماد، علامہ، الصحاح، ۱۹۷۴ء، بیروت، دار الحضارۃ العربیۃ، ج۱، ص ۴۴۴

"الذنب،، کی جمع "اذناب" ہے اور "الذنب" کا معنی ہے: اثم اور معصیت اور اس کی جمع "ذنوب" ہے اور "ذنوب" کا معنی ہے: پانی کا بھرا ہوا ڈول اور ہر چیز کا ایک حصہ "۔ [6]

المفردات لالفاظ القرآن میں امام راغب اصفہانی ذنب کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

"والذنب فی الاصل: الاخذ بذنب الشیئ، یقال: ذنبته: اصبت ذنبه، ویستعمل فی کل فعل یستوخم عقباه اعتبارا بذنب الشیء، ولهذا یسمی الذنب تبعة، اعتبارا لما یحصل من عاقبته، وجمع الذنب ذنوب، قال الله تعالی (فاخذهم الله بذنوبهم [7] وقال: فکلا اخذنا بذنبه [8]، وقال: ومن یغفر الذنوب الا الله [9]۔ [10]

"ذنوب کے اصل معنی کسی چیز کی دم پکڑنا کے ہیں۔ ذنبتہ میں نے اس کی دم پر مارا، دم کے اعتبار سے اس فعل کو جس کا انجام برا ہو اسے ذنب کہتے ہیں۔ اسی بناء پر انجام کے اعتبار سے گناہ کو تبعۃ بھی کہا جاتا ہے۔ ذنب کی جمع ذنوب ہے،،۔

"ذنب: گناہ، جرم اور نافرمانی کے معنی میں ہے اس کی جمع ذنوب اور جمع الجمع ذنوبات ہے۔ جیسا کہا جاتا ہے: اس شخص نے جرم کیا،،۔

لغات القرآن میں ذنب انجام کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

"کسی کام کے نتیجہ (انجام) کو بھی ذنب کہتے ہیں، اس اعتبار سے یہ لفظ جرم اور معصیت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے فدمدم علیهم ربهم بذنبهم [11] اس آیت میں اس کے معنی جرائم کے ہیں یعنی ان کے رب نے ان کے جرائم کی وجہ سے انہیں تباہ وبرباد کر دیا۔ نیز ذنب: خسیس چیز اور رذیل اور کمینہ کو بھی کہتے ہیں،، [12]

المنجد فی اللغۃ میں لوئیس معلوف نے ذنب کا معنی اس طرح بیان کیا ہے [13]:

6: فراہیدی، ابو عبد الرحمن خلیل بن احمد، ۱۴۱۴ھ، کتاب العین، ایران، مطبوعہ باقری، ج ۱، ص ۶۲۹

7۔ آل عمران: ۱۱

8 ۔ العنکبوت: ۴۰

9 ۔ آل عمران: ۱۳۵

10 ۔ اصفہانی، راغب، ۱۹۷۱ء، مفردات القرآن، (مترجم مولانا محمد عبدہ فیروز پوری)، لاہور، ص ۳۳۱

11 ۔ ۹۱: ۱۴

12 : پرویز، غلام احمد، ۱۹۶۱ء، لغات القرآن، لاہور، ادارہ طلوع اسلام، ج ۲، ص ۷۰۳

13 : (لوئیس معلوف، المنجد، ۱۹۰۸ء، بیروت، المطبعۃ الکاثولیکیۃ، ص ۲۳۹)

"الذنب: ج ذنوب جج: ذنوبات: جرم"

ذنب کی جمع ذنوب ہے اور جمع الجمع ذنوبات جس کا معنی جرم ہے۔

Cambridge Advanced Learner Dictionary کے مطابق:

‹‹Sin. To break a religious or moral law”.[14]

گناہ (ذنب) کا اصطلاحی معنی:

ایک معنی ہر وہ عمل جو شریعت اسلامی میں دیئے گئے احکام الٰہیہ یعنی واجبات کا ترک کرنا یا محرکات کا ارتکاب کرنا جس سے پکڑ ہوتی ہو اس میں شامل ہے۔

گناہ کا مفہوم از روئے قرآن:

قرآن مجید میں جو ذنب سے متعلق مصطلحات استعمال ہوئی ہیں وہ بے شمار ہیں اور ہر اصطلاح ایک خاص معنی اور فرق واضح کرتی ہے اور یہ طریقہ قرآن مجید کے شاندار اسلوب کی عکاسی کرتا ہے کہ کس طرح قرآن مجید مختلف اسالیب کے ذریعے لوگوں کو اصل منزل مقصود کی طرف لے کر جاتا ہے اور قرآن مجید نے برے آثار کو مختلف انداز میں گناہ کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

جو الفاظ قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ الذنب:

اس کا معنی و مطلب ہے پیچھے آنے والا، یعنی ہر وہ عمل جو دینی یا خواہ دنیوی امور میں سے ہو اگر وہ شریعت کے مخالف ہے تو ذنب ہے۔

۲۔ المعصیة:

اس کا مطلب ہے اوامر الٰہیہ سے نکلنا اور عبودیت کی حدوں کو پار کرنا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدْخِلْهُ نَارًا خَٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾[15]

۳۔ الاثم:

اس کا معنی ہے اجر و ثواب سے محروم ہونا اس کا مطلب ہے کہ گناہگار محروم ہوگا اور وہ اپنے آپ کو عقلمند تصور نہ کرے بلکہ وہ اس درجے میں نہیں ہے۔ اور اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[14] – Cambridge Advanced Learners Dictionary, Cambridge University Press 2003., p:1104

[15] النساء، ۴:۱۴)

﴿يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَآ إِثْمٌ كَبِيرٌ﴾[16]

۴۔السیئة:

اس کا معنی ہے برا عمل جو ذلت کا باعث بنتا ہے اور اس کے مقابلے میں حسنہ کا لفظ ہے جو سعادت اور فلاح کا معنی دیتا ہے۔

۵۔الجرم:

اس کا مطلب ہے پھل کا درخت سے علیحدہ ہونا اور اس کا اسی طرح ایک مطلب انحطاط (یعنی زوال پذیری بھی ہے) اور جریمہ اور جرائم اسی مادہ سے مشتق ہیں اور جرم میں ملوث ہونا انسان کو حقیقت، خوش بختی اور ہدف سے دور کر دیتا ہے۔

۶۔الحرام:

اس کا معنی ہے ممنوع قرار دینا، پابندی لگا دینا ہے جیسا کہ احرام ہے جو حج و عمرہ کے وقت زیب تن کیا جاتا ہے اور اس سے بہت سے اعمال ممنوع ہو جاتے ہیں اور اسی طرح حرمت والے مہینے ہیں اور ان کی حرمت کی وجہ سے ان میں قتال کرنا ممنوع ہے اور اسی طرح مسجد حرام یعنی وہ مسجد جو تقدس اور خاص حرمت رکھتی ہے اور مشرکین کا اس میں داخلہ منع ہے۔

۷۔الخطیئة:

﴿بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَٰطَتْ بِهِۦ خَطِيٓـَٔتُهُۥ فَأُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ﴾[17]

اور سورہ الحاقہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ لَّا يَأْكُلُهُۥٓ إِلَّا ٱلْخَٰطِـُٔونَ﴾[18]

پس خطیئۃ کا ارتکاب انسان کو طریقہ نجات سے دور کر دیتا ہے اور انوار الٰہیہ کا اس کے قلب پر نزول ممنوع ہو جاتا ہے۔

۸۔الفسق:

اس سے مراد کھجور کی گٹھلی کا چھلکے سے باہر آنا اور یہ کنایہ ہے گناہگار کے اطاعت الٰہیہ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبودیت وبندگی سے نکلنے کا۔ یعنی فاسق اوامر الٰہیہ کی بجا آوری سے منہ پھیرتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ حصار بند نہیں رہتا اور کوئی حفاظت کرنے والا محافظ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿إِلَّآ إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ ٱلْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِۦٓ﴾[19]

---

[16]: (البقرہ،۲:۲۱۹
[17]: (البقرہ،۲:۸۱
[18]: (الحاقہ،۶۹:۳۶۔۳۷)
[19]: (الکھف،۱۸:۵۰)

۹۔الفساد:

اس سے مراد حد اعتدال سے نکلنا اور اس کا نتیجہ نقصان اور فضول خرچی اور اعضاء کا بے ہودہ ہونا اور اس کا الٹ الصلاح یعنی تندرستگی ہونا ہے اور یہ نفس، بدن اور تمام اشیاء جو استقامت و پختگی سے نکل جاتی ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں۔

۱۰۔الفجور:

اس سے مراد ہے کسی شے کو بہت زیادہ پھاڑنا یا ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور فجور کا مطلب ہے حیاء، اطاعت اور دین کے پردے کو پھاڑنا ہے اور اس کا انجام دوزخ اور ہلاکت ہے۔

اس کی اصل انکار ہے یعنی غیر معروف اور یہ عرفان (پہچان) کی ضد ہے اور یہ اس لیے کہ گناہ فطرت اور عقل سلیم کے نزدیک غیر مانوس ہوتا ہے اور فطرت و عقل سلیم اس کو اجنبی تصور کرتے ہیں۔

۱۲۔الفاحشہ:

وہ برا عمل و کلام جس کے برے ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ ہو اور یہ لفظ انتہائی غلیظ ترین عمل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلۡفَٰحِشَةُ﴾[20]

۱۳۔الخبط:

اس کا معنی ہے قیام اور قعود میں توازن اور عدل کا برقرار نہ ہونا اور اس طرح کہ گناہ کرنے والا غیر معقول اور معمول سے ہٹ کر عجیب وغریب حرکات کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيۡطَٰنُ مِنَ ٱلۡمَسِّ﴾[21]

۱۴۔الشر:

اس سے مراد ہر وہ عمل جس سے لوگ نفرت کرتے ہیں اور اس کا الٹ خیر ہے یعنی لوگوں کے ہاں پسندیدہ عمل، چونکہ گناہ داخلی احساس اور فطرت کے خلاف ہوتا ہے اور اکثر اس اصطلاح کا استعمال دکھوں اور غموں کے زیادہ ہونے پر کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی گناہوں کا بار زیادہ ہونے پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ شَرّٗا يَرَهُۥ﴾

---

[20]: (النور،۱۹:۲۴)

[21]: (البقرہ،۲۷۵:۲)

۱۵۔اللمم:

یہ قلم کے وزن پر ہے یعنی گناہ کے قریب ہونا اور یہ بہت کم اشیاء کے لیے اور یہ گناہ صغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ﴾[22]

۱۶۔الوزر:

الوزر بوجھ اٹھانے کے معنی میں آتا ہے اور یہ لفظ اکثر دوسروں کے گناہ اٹھانے کے حوالے سے آتا ہے اور اسی طرح وزیر کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو حکومت کا بھاری بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یہ جنس کے وزن پر آتا ہے اور اس کا مطلب باطل کی طرف میلان ہونا اور اصل سے انحراف کرنا ہے اس کا استعمال اکثر وعدہ کے وفا نہ کرنے کے نتیجے میں ہونے والا گناہ کے لئے ہوتا ہے اور جیسا کہ وعدہ کرنے کے بعد وفا نہ کرنا گناہ کبیرہ میں شمار ہوتا ہے۔

اس کا معنی گناہ اور اس کا اطلاق ہر خطا اور اثم پر ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے حنث بکذا، ای اثمت (تونے یہ گناہ کیا) اور دعا میں ہے۔ اے میرے رب میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ معاف فرما۔

اور قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا﴾[23]

گناہ کی تعریف از روئے احادیث مبارکہ:

"حضرت حذیفہ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ لوگ (صحابہ کرام) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلام سے بھلائی سے متعلق پوچھتے تھے اور میں آپ سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں وہ مجھے شکار نہ کرلے"۔

ایک اور حدیث میں نیکی اور برائی کا ضابطہ اس طرح سمجھایا گیا ہے:

"عن النواس بن سمعان عن النبی ﷺ قال البر حسن الخلق والاثم ما حاك فی صدرك و كرهت ان يطلع عليه الناس[24]"

---

[22]: (النجم، ۵۳:۳۲)

[23]: (النساء، ۴:۲)

[24]: (مسلم، ابی الحسین الحجاج القشیری النیشاپوری، ۱۹۹۱ء، صحیح مسلم، قاہرہ، دار الحدیث، ج۴، ص۳۳، رقم الحدیث ۲۵۵۳)

"حضرت نواس بن سمعانؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیکی صرف اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ کی علامت یہ ہے کہ وہ بات جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تمہیں یہ پسند نہ ہو کہ لوگوں کو اس بات کی خبر ہو"۔

عالم فقری لکھتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس ضابطہ کے تحت انسان کی زندگی اعتقادات اور اعمال سے وابستہ ہے یہ اعتقادات اور اعمال کتاب اللہ اور سنت نبی اکرم ﷺ کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ احکامات خداوندی میں کچھ ایسے ہیں جن کو کرنے کا حکم دیا گیا اور وہ اوامر کہلاتے ہیں اور جن سے روک دیا گیا انہیں نواہی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ ان اوامر کو عمداً ترک کر دینا اور نواہی کو عمداً اپنانا گناہ ہے اور اسلامی ضابطہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جو شخص اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھتا بلکہ ان سے تجاوز کر جاتا ہے تو وہ گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن کسی فعل کو اس وقت تک گناہ نہیں کہا جا سکتا جب تک انسان اپنے فعل کے ذریعہ ان حدود کو توڑ نہ دے جن کو اللہ تعالیٰ نے قائم رکھنے کا حکم دے رکھا ہے۔"

گناہ کی ابتداء:

پس شیطان سے گناہ کی اور خداوند تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی ابتداء ہوئی ہے اور شیطان سب سے پہلا خدا کا نافرمان تھا۔ شیطان فاسق بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت سے نکل گیا اور کافر بھی ہے کہ تعمیل حکم سے انکاری ہوا چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَبَىٰ وَٱسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلۡكَٰفِرِينَ﴾[25]

"اس نے انکار اور تکبر کیا اور (نتیجتاً) کافروں میں سے ہو گیا"o

شیطان کیا ہے؟

مولوی محمد بشیر اپنی کتاب عقائد اسلام میں لکھتے ہیں:

> "شیطان: شطن، شطون یا شنطۃ سے نکلا ہے۔ جن کے معنی قصداً مخالفت کرنا، دور ہونا اور ہلاک ہونا ہیں جس کا مطلب ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر خدا تعالیٰ کے قانون کو توڑتا ہے اور بری خواہشات کی پیروی کرتا ہے وہ رحمت الٰہی سے دور ہو کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے اور وہی چیز جو انسان کو رحمت الٰہی سے دور کرے اور ابدی ہلاکت میں ڈالے اس کا نام شیطان ہے"۔[26]

---

[25]: (البقرہ، ۲:۳۴)

[26]: (محمد بشیر، مولوی، س ن، عقائد اسلام، لاہور، شیخ غلام حسین اینڈ سنز، ناشران کتب، ص ۱۹۰۔۱۹۳)

اب جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ شیطان کے تابع ہیں کیونکہ شیطان خود گناہ گار ہے وہ انسان کو بھی اپنے جیسا بنانے کیلئے گناہ کی تلقین کرتا ہے۔ چنانچہ

یہ بات بھی واضح ہے کہ شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے اور یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ وہ غدار ہے آخر کار غداری کرے گا اور ہماری مدد گاری کوئی نہ کرسکے گا پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے تعلق توڑ کر شیطان سے جوڑنا اور اس کے وسوسہ اور کہنے پر چلنا اور اس کی طرف سے دل میں ڈالی ہوئی بات پر عمل کرنا اور قرآن الٰہی صاف سامنے پڑھی سنائی جارہی ہو اس کی پرواہ نہ کرنا کتنی حماقت اور بے وقوفی ہے۔

گناہوں کی بنیاد:

انسان کے اخلاق واوصاف تو بہت ہیں لیکن گناہوں کی بنیاد چار صفات میں ہے۔

عبد الرحمن ابن جوزی منہاج القاصدین میں رقمطراز ہیں:

"پہلی صفت ربوبیت کا عکس ہے اور اس سے تکبر، فخر، حب مدح وثناء اور عزت اور طلب رفعت وغیرہ پیدا ہوتی ہے اور یہ سب ہلاک کرنے والے گناہ ہیں جبکہ حالت یہ ہے کہ اکثر لوگ ان سے غافل ہیں وہ ان کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

دوسری صفت شیطانیہ ہیں اور ان سے حسد، سرکشی، حیلے، مکر، فریب، کھوٹ، نفاق اور فساد وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

تیسری صفت بہیمیہ ہیں جن سے پیٹ اور شرم گاہ کی شہوت پورا کرنے کی حرص پیدا ہوتی ہے اور انسان زنا، لواطت اور چوری وغیرہ برائیوں کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔

چوتھی صفات سبعیہ ہیں اور ان سے غضب اور کینہ اور لوگوں پر ہجوم کرکے قتل اور مار کٹائی اور مال چھین لینا وغیرہ برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔

یہ صفات ایک ترتیب سے پیدا ہوتی ہیں سب سے پہلے صفت بہیمی غالب آتی ہے پھر صفت سبعی اور جب یہ دونوں اکٹھی ہو جاتی ہیں تو فعل کی صفات شیطانیہ میں استعمال کرتی ہیں یعنی مکر، فریب اور حیلے وغیرہ میں یہاں تک کہ یہ صفات ربوبیت پر غالب آتی ہیں۔

یہ گناہوں کی بنیادیں اور ان کے سرچشمے ہیں انہی سے گناہ پھوٹ کر اعضاء کی طرف آتے ہیں اور بعض گناہ دل کی طرف رخ کرتے ہیں جیسے کفر اور بدعت اور نفاق اور دل میں برائی کو مخفی رکھنا وغیرہ اور بعض آنکھ میں، کان میں، زبان میں، پیٹ میں، شرم گاہ میں، ہاتھوں اور پاؤں میں اور بعض سارے بدن میں۔"[27]

---

[27]: (ابن جوزی، عبد الرحمن، امام ۱۹۸۵ء ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور،، ص ۳۷۵)

ارتکاب گناہ کے اسباب:

سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں کہ:

"رذائل (گناہ یعنی بری خصلتیں) وہ اخلاق ذمیمہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے جس سے بچنے کا حکم اس نے اپنے بندوں کو دیا ہے جس کے کرنے والے اس کے حضور میں گناہ گار ٹھہرتے ہیں جن کی برائی کو ہر عقلمند جانتا اور مانتا ہے اور جن کی بدولت انسانی افراد اور جماعتوں کو روحانی اور مادی نقصانات پہنچتے ہیں اور ان کی معاشرت تباہ ہو جاتی ہے۔[28]"

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سے اسباب ہیں جن کی بنا پر انسان گناہ کا ارتکاب کرتا ہے یہ دنیا دارالامتحان ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف ہدایت کے اسباب مہیا کیے ہیں تو دوسری طرف آزمائش اور امتحان کے لئے گمراہی کے اسباب بھی پیدا کر دیئے ہیں اور وہ اسباب درج ذیل ہیں:

ا۔ کمزوری ایمان:

جب تک انسان اپنے اللہ کو یاد رکھتا ہے اس کے مقام، اس کی صفات اس کے اختیارات کے بارے میں ایمان تازہ رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور نتیجتاً گناہوں سے بچتا رہتا ہے لیکن اگر کسی وجہ سے اس ذات باری کا خوف یا اس کی یاد دل سے نکل جاتی ہے تو وہ شیطان یا نفس کے چنگل میں پھنس کر کسی نہ کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے جس قدر دلی یقین واطمینان کے ساتھ انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گی اسی قدر وہ اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈرتا رہے گا۔

"بس اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں[29]"

آپ ﷺ نے اپنے دلی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"عرضت علی الجنۃ والنار فلم ار کالیوم فی الخیر والشر ولو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا[30]"

"مجھ پر جنت اور جہنم پیش کیے گئے تو میں نے خیر و شر کے سلسلے میں آج جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا (یعنی اہل جنت اور ان کے کردار کی شکل میں اور اہل جہنم اور ان کے کرتوتوں کی شکل میں) اور جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جان جاو تو تھوڑا ہنسو گے اور زیادہ روو گے۔"

---

[28]: (ندوی، سید سلیمان و(شبلی نعمانی)، ۱۹۷۵ء، سیرۃ النبی، لاہور، ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار، ج ۶، ص ۵۶۳)

[29]: (ابو عبد الرحمن، شبیر بن نور، ۱۹۹۳ء، کبیرہ گناہوں کی حقیقت، لاہور، انوار اسلام اکیڈمی، ص ۱۶)

[30]: (مسلم، ابی الحسین الحجاج القشیری النیشاپوری، ۱۹۹۱ء، صحیح مسلم، قاہرہ، دار الحدیث، ج ۴، ص ۱۸۳۲، رقم الحدیث ۲۳۵۹)

مندرجہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ گناہوں کے ارتکاب کا سب سے بڑا سبب اللہ کے حضور پیش آنے والے حالات کی کمی اور ایمان کی کمزوری ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو علیم، خبیر، بصیر، عالم بذات الصدور اور عالم الغیب والشھادۃ جانتے اور مانتے ہوئے اس کے سامنے اپنی پیشی کا یقین بھی رکھتا ہو اور دھڑلے سے سب گناہ بھی کرتا رہے۔

۲۔ غلبہ شیطان:

حضرت آدم کی پیدائش سے لے کر آج تک اور قیام قیامت تک اولاد آدم کا شیطان سے مقابلہ ہے اور رہے گا شیطان کا وجود اور اس کے نوع بہ نوع وسوسے اور گمراہی کے حربے انسان کے لئے چیلنج اور امتحان ہیں قرآن کریم نے بیسیوں مرتبہ انسان کو ہدایت کی ہے کہ شیطان کے شر سے بچے کیونکہ وہ انسان کا ازلی دشمن ہے۔

"بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی (اس کی مخالفت کی شکل میں) اسے دشمن ہی بنائے رکھو، وہ تو اپنے گروہ کو صرف اِس لیے بلاتا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں" o

ابو عبد الرحمن شبیر بن نور اپنی کتاب کبیرہ گناہوں کی حقیقت میں بیان کرتے ہیں:

"انسان کے پاس زندگی گزارنے کے دو ہی راستے ہیں (ا) رحمان کا مقرر کردہ راستہ جو قرآن مجید اور سنت نبی اکرم ﷺ کی روشنی میں سورج کی طرح واضح ہے۔ (۲) اس کے ماسواء اور جو کچھ اس کے ماسوا ہے وہ شیطان کا راستہ ہے خواہ اسے کتنے ہی خوبصورت نام اور لیبل سے پیش کیا جائے"۔[31]

کوئی انسان شیطان کے وسوسے اور حملے سے نہیں بچ سکتا کیونکہ وہ انسان کے اندر خون کی مانند دوڑ تا رہتا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان الشیطان یبلغ من الانسان مبلغ الدم"[32]

"شیطان انسان کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے۔"

"ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم"[33]

الغرض شیطان کے وسوسہ ڈالنے کے مختلف طریقے ہیں کبھی وہ شرک کرواتا ہے کبھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلط نظریات و تصورات ابھارتا ہے۔ کبھی آخرت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے۔ یہ بھی نہ بن پائے تو بڑے بڑے

31: (ابو عبد الرحمن، شبیر بن نور، ۱۹۹۳ء، کبیرہ گناہوں کی حقیقت، لاہور، انوار اسلام اکیڈمی، ص۲۸)

32: (مسلم، ابی الحسین الحجاج القشیری النیشاپوری، ۱۹۹۱ء، صحیح مسلم، قاہرہ، دار الحدیث، ج۴، ص۱۷۱۳ رقم الحدیث ۲۱۷۵)

33: مسلم، ابی الحسین الحجاج القشیری النیشاپوری، ۱۹۹۱ء، صحیح مسلم، قاہرہ، دار الحدیث، ج۴، ص۱۷۱۲، رقم الحدیث ۲۱۷)

28 (مسلم، ابی الحسین الحجاج القشیری النیشاپوری، ۱۹۹۱ء، صحیح مسلم، قاہرہ، دار الحدیث، ج۳، ص۱۲۱۹۔۱۲۲۰، رقم الحدیث ۱۵۹۹)

گناہوں کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ حملہ ناکام ہو تو چھوٹے چھوٹے گناہوں پر اکساتا ہے۔ یہاں بھی بس نہ چلے تو افضل کام چھوڑ کر کم درجے والے کاموں میں مشغول ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ وار بھی خالی جائے تو انسان کو ریاکاری، شہوت اور ناموری کی بیماری میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے، یا پھر "غلو فی الدین" کا سبق دے کر انسان کی آخرت خراب کر دیتا ہے۔ بہر حال اس کی انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ ہر طرف سے انسان پر حملہ آور ہو۔ خاص طور پر نیک اور دیندار طبقے پر زیادہ محنت کرتا ہے کیونکہ بے دین طبقہ تو پہلے ہی اس کا شریک سفر ہے۔

۳۔ مشکوک معاملات میں الجھ جانا:

جن احکام و ہدایات پر کسی مسلمان کی دنیوی سعادت یا اخروی فلاح کا دارو مدار ہے اللہ تعالیٰ نے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو واضح بیان کر دیا ہے کسی قسم کا الجھاؤ یا شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی اور اسی میں فلاح و نجات کا سامان موجود ہے۔

جو لوگ خواہش نفس کو کسی نہ کسی طرح دین کے نام پر پورا کرنا چاہتے ہیں وہ لوگ ایسے مشکوک مسائل میں الجھتے ہیں جن کی حلت یا حرمت کا حکم شریعت میں دو ٹوک الفاظ میں نہ ملتا ہو۔ اگر بعض پہلو حلت کا تقاضا کرتے ہیں تو دوسرے بعض پہلو حرمت کا حکم سناتے ہیں۔ مثلاً گھوڑے اور خچر کا گوشت کھانا، کسی ایسے شخص کے گھر سے کھانا پینا جس کا ذریعہ معاش حرام یا مشکوک ہو ایسے کپڑے استعمال کرنا جو اگرچہ ریشم نہ ہوں لیکن ریشم سے ملتے جلتے ہوں، اور بعض ایسی تجارتی شکلیں جس کا حلال ہونا واضح نہ ہو۔ ایسے معاملات میں کنارہ کشی اور احتیاط ہی سلامتی کی راہ ہے۔

اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے حرام اور بالخصوص مشتبہ معاملات سے پرہیز اور اجتناب کی نصیحت فرمائی:

"ان الحلال بین وان الحرام بین وبینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات استبراء لدینه وعرضه، ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یرتع فیه الا وان لكل ملك حمی، الا وان حمی الله محارمه"[34]

"حلال اور حرام دونوں بالکل مبین ہیں۔ ان دونوں کے درمیان چند مشکوک چیزیں ہیں جن کی بہت سے لوگوں کو خبر ہی نہیں اب جو آدمی مشتبہ چیزوں سے بچتا رہا اس نے دین اور عزت کا تحفظ کر لیا اور جو انسان ان مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ انجام کار حرام میں پڑ جائے گا (اس کی مثال ایسے ہی ہے) جیسے کوئی چرواہا کسی محفوظ سرکاری چراگاہ کے بالکل آس پاس اپنے جانور چرا رہا ہو تو اغلب ہے کہ اس کے جانور چراگاہ کے اندر جا پڑیں گے۔ یاد رکھو کہ ہر مالک یا بادشاہ کی اپنی محفوظ حدود ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حدود اس کے حرام کردہ کام ہیں"۔

ایک اور حدیث میں مشکوک اور مشتبہ چیزوں سے کنارہ کشی کرنے اور واضح احکام و مسائل کی پیروی کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

"دع ما يريبك الى ما لا يريبك"[35]

"جو کام (دل کو) کھٹکے انہیں چھوڑ دو، اور وہ کام کرو جو نہ کھٹکے"۔

مذکورہ بالا احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مشتبہ اور مشکوک چیزوں کے قریب جانے کی بجائے واضح اور کھلی ہوئی حلال چیزوں پر اکتفا کرنا چاہئے ورنہ شدید خطرہ ہے کہ انسان کسی وقت حرام کا ارتکاب کر بیٹھے۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کی حلت میں ذرا سا بھی شک و شبہ گزرتا فوراً اس سے کنارہ کش ہو جاتے اور حلال محض پر قناعت کرتے۔ خواہ دنیوی طور پر کتنا بڑا خسارہ برداشت کرنا پڑتا۔ متعدد گناہوں سے بچنے کے لئے یہی محفوظ راستہ ہے اس لئے ایسے معاملات میں احتیاط اشد ضروری ہے۔

۴۔ نفس امارہ:

انسان کا اپنا نفس امارہ اسے غلط راہ پر ڈالنے کا سب سے بڑا اور خطرناک ذریعہ ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو ظلوم وجہول قرار دیا ہے

اس کی علامت یہ ہے کہ اگر انسان کے پاس طاقت واقتدار یا منصب وحیثیت ہوتی ہے تو دوسروں پر ظلم کرتا ہے۔ کہیں کسی کا مال کھا جاتا ہے تو کہیں کسی کی عزت سے کھیلتا ہے اور کہیں کسی کا حق دبا کر بیٹھ جاتا ہے اور اگر طاقت میسر نہ ہو تو حاسد بن جاتا ہے اور دوسروں کو نقصان پہنچانے یا ان کے مفادات میں روڑے اٹکانے کے لئے سازشیں کرتا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انسان انتہائی تنگ دل اور کم ظرف بھی ثابت ہوا ہے۔

اس تنگ دلی اور کنجوسی کی وجہ سے متعدد گناہ اور جرم جنم لیتے ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے تنگ دلی کے نتائج اور اس سے پیدا ہونے والی خرابیوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"واتقوا الشح فان الشح اهلك من كان قبلكم حملهم على ان سفكوا دماءهم واستحلوا محارمهم"[36]

"اور تنگ دلی سے دور رہو کیونکہ اسی تنگ دلی نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کیا۔ اسی تنگ دلی نے انہیں خون بہانے اور اللہ کی حرام کردہ حدود کو پامال کرنے پر آمادہ کیا۔"

35: (احمد بن حنبل، امام، ۱۹۹۹ء، مسند، الرسالہ للطباعہ والنشر والتوزیع، ج۳، ص ۱۱۲، رقم الحدیث ۱۲۰۹۹)

36: (مسلم، ابی الحسین الحجاج القشیری النیشاپوری، ۱۹۹۱ء، صحیح مسلم، قاہرہ، دار الحدیث، ج۴، ص ۱۹۹۶، رقم الحدیث ۲۵۷۸)

نفس انسانی کا خاصہ ہے کہ وہ برائی کی طرف جلد مائل ہوتا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر برائیوں کی جڑ مال و جاہ کی محبت یا زنا کی خواہش ہے۔

۵۔ بری محفل میں بیٹھنا:

انسان کی فطری مجبوری ہے کہ وہ جس طرح کی محفل میں اٹھتا بیٹھتا ہے ویسے ہی اثرات قبول کرتا ہے۔ اسی لئے اہل اللہ اور اہل تقویٰ کی محفل میں بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا تصاحب الا مومنا ولا یاکل طعامك الا تقی"[37]

"تم صرف مومن کی صحبت اپناؤ اور نیک لوگ ہی تمہارے دستر خوان پر کھانا کھائیں"

اس کے برعکس کافر، منافق، فاسق لوگوں کی محفل سے الگ رہنے کا حکم دیا گیا ہے کیوں کہ ابتداء میں انسان کفریہ اور شرکیہ عقائد و اعمال اور گندی باتوں سے نفرت کرتا ہے لیکن غلط محفلوں میں بیٹھتے بیٹھتے آہستہ آہستہ اس کا مزاج ان باتوں کا عادی ہو جاتا ہے چنانچہ پہلے تو نفرت ختم ہوتی ہے پھر رفتہ رفتہ ان سے انس ہوتا چلا جاتا ہے اور بالآخر وہ خود بھی ایسی باتوں میں دلچسپی لینے لگتا ہے اور انجام کار اس کی اپنی زبان سے بھی بے ہودہ باتیں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں ایسی غلط محفلوں سے اجتناب کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

بری محفل اور غلط دوستوں میں گھر کر انسان کئی ایک غلط کام شروع کر دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اچھی اور بری محفل اور ان کے اثرات و نتائج کو ایک خوبصورت تشبیہ اور مثال کے انداز میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

"انما مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسك ونافخ الکیر، فحامل المسك: اما ان یحذیك، اما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحا طیبة۔ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد ریحا خبیثة"[38]

نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسے ہی ہے جیسے خوشبو والا اور لوہار کی بھٹی پھونکنے والا کہ خوشبو والا ساتھی یا خود تم کو خوشبو کا عطیہ دے گا یا تم اس سے خوشبو خریدو گے یا کم از کم اس کی خوشبو کا خوشگوار جھونکا ہی تم آ لگے گا۔ اس کے برعکس لوہار کی بھٹی پونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا یا کم از کم تمہاری ناک تک اس کی بدبو ہی پہنچے گی۔

۶۔ عورت کی محبت:

نوع انسانی کی بقا اور تسلسل مرد و عورت کے وجود اور ملاپ میں ہے اسی لئے عورت کے لئے مرد میں اور مرد کے لئے عورت میں کشش رکھی گئی ہے۔ اگر یہ تعلق معروف طریقے سے ہو تو بہت بڑی نیکی اور تحفظ ایمان کی ضمانت ہے لیکن انسان

---

[37]: (ابو داؤد، امام، سلیمان بن اشعث سجستانی، ۱۹۹۴ء، سنن ابی داود، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ج۴، ص ۲۷۹، رقم الحدیث ۴۸۳۲)

[38]: (بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، امام، ۱۹۹۳ء، صحیح بخاری، بیروت دمشق، مکتبہ دار ابن کثیر، ج۵، ص ۲۱۰۴، رقم الحدیث ۵۲۱۴)

اپنی نادانی اور جہالت بلکہ شہوت پرستی کی وجہ سے معروف و مقرر حدود میں رہنے کی بجائے زنا کو زیادہ پسند کرتا ہے اور اگر وہ ناجائز جنسی تعلقات کے جال میں نہ بھی پھنسے تو بھی وہ بسا اوقات خود اپنی بیوی کی غلط فرمائشوں اور زائد از استطاعت تقاضوں کی وجہ سے مختلف نوعیت کی ٹھوکریں کھاجاتا ہے۔ درحقیقت یہ انسانی طبیعت کا خاصہ اور اس کی فطری کمزوری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾[39]

"لوگوں کے لیے ان خواہشات کی محبت (خوب) آراستہ کر دی گئی ہے (جن میں) عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے خوبصورت گھوڑے اور مویشی اور کھیتی (شامل ہیں)، یہ (سب) دنیوی زندگی کا سامان ہے، اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا ہے" o

۷۔ مال کی محبت:

دیگر خدائی نعمتوں کی طرح مال و دولت بھی ایک عظیم نعمت ہے۔ اور فطرۃ انسان اس سے محبت بھی رکھتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾[40]

"لوگوں کے لیے ان خواہشات کی محبت (خوب) آراستہ کر دی گئی ہے (جن میں) عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے خوبصورت گھوڑے اور مویشی اور کھیتی (شامل ہیں)، یہ (سب) دنیوی زندگی کا سامان ہے، اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا ہے"

ابو عبد الرحمن شبیر بن نور اس آیت کے ضمن میں رقمطراز ہیں:۔

"آیت مبارکہ میں عورتوں اور اولاد کے بعد مال کو چار شکلوں میں ذکر کیا گیا ہے:

۱۔ سونا چاندی　　۲۔ عمدہ گھوڑے　　۳۔ مویشی اور　　۴۔ زرعی زمین

یہ سب کی سب مال ہی کی قسمیں اور شکلیں ہیں مال و دولت بذات خود خیر ہی خیر ہے لیکن اگر یہ سرکشی اور منہ زوری کا ذریعہ بن جائے تو اس سے بڑا شر کوئی نہیں۔"[41]

---

[39]: (آل عمران، ۳:۱۴)

[40]: (آل عمران، ۳:۱۴)

[41]: (ابو عبد الرحمن، شبیر بن نور، ۱۹۹۳ء، کبیرہ گناہوں کی حقیقت، لاہور، انوار اسلام اکیڈمی، ص ۲۴)

چنانچہ اگر انسان کا ایمان قوی ہو اور زندگی میں خوف خدا کا رنگ غالب ہو تو انسان مال جیسی دودھاری تلوار سے نیکیاں ہی نیکیاں سمیٹ سکتا ہے لیکن اگر ایمان و تقوی سے دامن خالی ہو تو یہ مال انسان کو گمراہی اور بے راہ روی کی راہ پر ڈالنے میں بڑا معاون ثابت ہوتا ہے، کیونکہ جب وسائل شر موجود ہوں اور خوف خدا کا فقدان ہو تو برائیوں سے رکے رہنا سخت مشکل ہے۔

۸۔ اولاد کی محبت:

اولاد کی محبت ایک فطری جذبہ ہے۔ جو ہر انسان بلکہ حیوان میں پایا جاتا ہے۔ اگر یہ محبت حدود شریعت میں رہے تو عظیم درجے اور مرتبے کا ذریعہ ہے۔ لیکن اگر یہ محبت انسان کو حلال و حرام کی پہچان سے بے نیاز کر دے۔ فرائض سے غافل کر دے یا منکرات اور غلط اقدامات کی طرف لے جائے تو یقیناً بہت بڑا فتنہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے التغابن آیت نمبر ۱۴ میں ارشاد فرمایا ہے:

"اے اہل ایمان! بے شک تمہاری ازواج اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے عدو ہیں پس اُن سے با خبر رہو۔ اور اگر تم صرفِ نظر کر لو اور معاف کر دو تو بے شک اللہ نہایت بخشنے والا نہایت مہربان ہے" o

جو چیز اور رشتہ انسان کو حقوق اللہ کی ادائیگی یا اخلاق فاضلہ سے محروم کر دے وہ یقیناً بہت بڑی آزمائش ہے بسا اوقات اولاد کی محبت ہے بہت سارے فرائض دینی ادا کرنے میں آڑے آجاتی ہے یا انسان کردار کی مضبوطی اپنانے کی بجائے کمزوری اور کوتاہی کا شکار ہو جاتا ہے جس کی نشان دہی رسول اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے فرمان میں موجود ہے:

"ان الولد مبخلة، مجبنة، مجهلة، محزنة"[42]

"اولاد انسان کے بخل، بزدلی، جاہل رہنے (یا غصے میں آجانے) اور حزن و ملال کا سبب ہے"۔

اولاد سے فطری محبت کے باوجود انسان کو وہی قدم اٹھانا چاہیے جو صحیح، معقول اور حق ہو اس لیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اولاد کی محبت میں وہ حقوق اللہ یا حقوق العباد کی ادائیگی سے قاصر رہے اور قیامت کے روز اسے جواب دہی کرنی پڑے۔

خلاصہ بحث:

گناہ فارسی زبان کا لفظ ہے اور عربی لغت میں گناہ کے لئے ذنب کا لفظ مستعمل ہے اس کے معنی جرم، معصیت، گناہ، اثم کے ہیں گناہ سے مراد بندے کا اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری میں قدرت واستطاعت کے باوجود کوتاہی کرنا۔ اور اس کی رضا حاصل کرنے میں جان بوجھ کر قصور دکھانا اور ہر وہ عمل جو اوامر و نواہی کے خلاف ہو ذنب میں شامل ہوتا ہے اگرچہ وہ گناہ کتنا ہی ہلکا (چھوٹا) اور آسان کیوں نہ ہو۔ مگر وہ چونکہ اوامر و نواہی کے خلاف ہے اس بناء پر وہ عظیم گناہ ہے۔ اور عبودیت واطاعت سے دور کرنے والا ہے۔

---

[42]: (حاکم، ابوعبداللہ، محمد بن عبداللہ، نیشاپوری، ۱۹۹۰ء، المستدرک علی الصحیحین، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ج۳، ص۳۳۵، رقم الحدیث ۵۲۸۴)

اسلامی ضابطہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جو شخص اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھتا بلکہ ان سے تجاوز کر جاتا ہے۔ تو وہ گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن کسی فعل کو اس وقت تک گناہ نہیں کہا جا سکتا جب انسان اپنے فعل کے ذریعے ان حدود کو توڑ نہ دے جن کو اللہ تعالیٰ نے قائم رکھنے کا حکم دے رکھا ہے۔

گناہ کی ابتداء شیطان کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے ہوئی اور شیطان سب سے پہلا اللہ تعالیٰ کا نافرمان تھا اسی لیے گناہ کرنا اور سرکشی کرنا شیطان کا طریقہ ہے شیطان انسان کو بدی اور گناہ کی طرف مائل کرتا ہے۔ لہذا جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ شیطان کے تابع ہیں کیونکہ شیطان خود گناہ گار ہے اور وہ انسان کو بھی اپنے جیسا بنانے کے لیے گناہ کی تلقین کرتا ہے کیونکہ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ گناہوں کی بنیاد چار صفات میں ہے۔ صفت ربوبیت، صفت شیطانیہ، صفت، بہیمیہ، صفت سبعیہ، یہ گناہوں کی بنیادیں اور سرچشمے ہیں انہی سے گناہ پھوٹ کر اعضاء کی طرف آتے ہیں اور بعض گناہ دل کی طرف رخ کرتے ہیں بعض آنکھ کان، زبان، پیٹ، شرم گاہ، ہاتھوں اور پاؤں اور محض سارے بدن میں آتے ہیں۔

وہ اسباب جن کی وجہ سے انسان گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے وہ کمزوری ایمان، غلبہ شیطان، مختلف قسم کے مشکوک معاملات میں الجھ جانا، نفس امارہ، بری محافل میں بیٹھنا، عورت کی محبت، مال کی محبت، اولاد کی محبت وغیرہ ہیں جو انسان کے لئے گناہ کا سبب بنتے ہیں۔

کتابیات

1. القرآن
2. اقبال، خالد یاسر (ناشر) *فرہنگ آصفیہ*، جلد ۴، لاہور: مطبع عدن پرنٹرز، شاہ زیب مارکیٹ، کوپر روڈ، 2006ء۔
3. ابن منظور، افریقی، *لسان العرب*، جلد ا، ایران: نشر ادب الحوزہ، 1405ھ۔
4. بطرس البستانی، المعلم *محیط المحیط*، بیروت: مکتبہ لبنان، 1983ء۔
5. الجوہری، اسماعیل بن حماد، *الصحاح*، جلد ا، بیروت: دار الحضارۃ العربیہ، 1974ء۔
6. فراہیدی، ابو عبد الرحمن خلیل بن احمد، *کتاب العین*، جلد ا، ایران: مطبوعہ باقری، 1414ھ۔
7. راغب اصفہانی، *مفردات القرآن*، مترجم: مولانا محمد عبدہ فیروزپوری، لاہور: 1971ء۔
8. پرویز، غلام احمد، *لغات القرآن*، جلد ۲، لاہور: ادارہ طلوع اسلام، 1961ء۔
9. معلوف، لوئیس، *المنجد*، بیروت: المطبعہ الکاثولیکیہ، 1908ء۔
10. Cambridge University Press، *Cambridge Advanced Learner's Dictionary*، 2003۔
11. بشیر، مولوی محمد، *عقائد اسلام*، لاہور: شیخ غلام حسین اینڈ سنز۔
12. ابن جوزی، عبد الرحمن، *[نام کتاب درج نہیں]*، لاہور: ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، 1985ء۔
13. ندوی، سید سلیمان اور شبلی نعمانی، *سیرۃ النبی*، جلد ۶، لاہور: ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار، 1975ء۔
14. شبیر بن نور، ابو عبد الرحمن، *کبیرہ گناہوں کی حقیقت*، لاہور: انوار اسلام اکیڈمی، 1993ء۔
15. مسلم، امام ابو الحسین الحجاج القشیری النیشاپوری، *صحیح مسلم*، جلد ۳ و ۴، قاہرہ: دار الحدیث، 1991ء۔
16. احمد بن حنبل، امام، *مسند احمد*، جلد ۳، الرسالہ للطباعہ والنشر والتوزیع، 1999ء۔
17. ابو داؤد، امام سلیمان بن اشعث سجستانی، *سنن ابی داؤد*، جلد ۴، بیروت: دار الفکر، 1994ء۔
18. بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، *صحیح بخاری*، جلد ۵، بیروت دمشق: مکتبہ دار ابن کثیر، 1993ء۔
19. حاکم، امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری، *المستدرک علی الصحیحین*، جلد ۳، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1990ء۔